محترم صدرِ مملکت کے نام کھلا خط

جناب ڈاکٹر وسیم اختر صاحب

محترمی و مکرمی جناب غلام اسحٰق صاحب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب عالی!

میں آپ کی خدمت میں چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

میں نے بیس سال امریکہ میں رہ کر اس کے معاشرہ اور مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ "اعلیٰ تعلیم" حاصل کرنے کے بعد اپنے بچوں کی خاطر ان کو اسلامی تہذیب کی اقدار سے روشناس کراتے اور ایک بہتر ماحول کی تلاش میں امریکہ کی تمام آسائشوں اور مالی منفعت سے بھرپور ملازمت چھوڑ کر چار سال سے پاکستان میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گیا ہوں۔ خیال تھا کہ اس طرح میں اپنے بچوں کو مغربی تہذیب کے بیمار پہلوؤں سے جس کا پرچار وہاں پر ابلاغ عامہ (MASS MEDIA) یعنی ریڈیو، ٹی وی اور رسالوں وغیرہ کے ذریعے سے بھرپور انداز سے کیا جاتا ہے، بچا سکوں گا۔ مگر تعجب اور افسوس میں نے پاکستان آکر تقریباً وہی کچھ پایا اور دیکھا جس سے بچ کر میں امریکہ سے بھاگا تھا۔

آپ کے اور دوسرے اربابِ اقتدار اور اصحابِ اختیار حضرات کی خواہشات و خیالات اکثر و بیشتر اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں جس

میں بچوں میں اسلامی اقدار پیدا کرنے، انہیں نیک اور صالح شہری بنانے کی ضرورت پہ بہت زور دیا جاتا ہے، مگر افسوس عملی طور پہ کوئی قدم ابھی تک نہیں اُٹھایا گیا، بلکہ اس کے برخلاف بچوں میں رہی سہی اسلامی اور مشرقی اقدار ختم کرنے کا عملی مظاہرہ ہو رہا ہے۔ میرا اشارہ ایک سال سے زائد عرصے سے شروع ہونے والی CNN اور PTN کی نشریات کی طرف ہے جس کے متعلق اخبارات میں لوگوں کے احتجاج اکثر و بیشتر سامنے آتے رہتے ہیں۔

ہماری اسلامی اور عوامی حکومت نے چوبیس گھنٹے مسلسل CNN اور PTN کی نشریات درآمد شدہ مغربی ڈرامے، فلمیں، انٹرویوز، یک طرفہ تعصب زدہ خبروں وغیرہ کے ذریعے سے اسلامی اقدار کی پامالی اور مغربی تہذیب کے بیمار پہلوؤں کے زہر کو موجودہ اور آنے والی نسلوں میں سرایت کرنے کا جو نظام ہمارے پہ مسلط کیا ہے اُس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ بجائے اس کے کہ پچھلی حکومت جس کو آپ نے ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو برطرف کیا تھا اس کی اس کارندگی کو ختم کیا جاتا، مزید بڑے شہروں میں پھیلایا جا رہا ہے۔ مثلاً ابھی حال میں لاہور میں بھی یہ نشریات شروع ہو گئی ہیں۔ اور تیسرے چینل کو بھی درآمد کرنے کی زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔

آخر یہ تضاد کیوں؟؟

ایک طرف حکومت کی طرف سے اسلامی اقدار قائم کرنے کی لمبی چوڑی باتیں کی جاتی ہیں۔ پروگرام بنائے جاتے ہیں، کمیٹیاں اور کمیشن قائم کیے جاتے ہیں، شریعت بل پاس کیے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسری طرف ابلاغ عامہ خاص طور سے T.V کی نشریات کے ذریعے سے درآمد شدہ واہیات اور خرافات، مار دھاڑ سے بھرپور، غیر اخلاقی اور غیر اسلامی پروگرام براہ راست نشر کیے جا رہے ہیں جن کو خود مغرب میں وہاں کے ذی شعور دانشور اور سمجھدار طبقہ دیکھنا اور اپنے بچوں کو دکھانا ناپسند نہیں کرتا۔ مثلاً حال ہی میں امریکی اٹارنی جنرل ایڈون میز (EDWIN MEESE) نے ۱۱ ممبران کے "کمیشن برائے فحاشی" کی تیار کردہ رپورٹ میں جنسی تشدد، مار دھاڑ،

اخلاق سوز واقعات، قتل و غارت گری کے موضوع پر تیار کیے جانے والے پروگراموں مثلاً فلمیں، ڈرامے وغیرہ اور رسالے جن کی تشہیر بڑے پیمانے پر ابلاغ عامہ کے ذریعہ مغرب میں کی جاتی ہے نئی نسل کی اقدار پر پڑنے والے ان کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔

اس کے علاوہ پچھلے ماہ نیوٹن مینو (NEWTON MINO) جو ۳۰ سال پہلے صدر کینیڈی کے زمانے میں "فیڈرل کمیونیکیشن کمیشن" کے چیئرمین رہ چکے ہیں اور حال ہی میں امریکہ کے مشہور T.V اسٹیشن سی بی ایس کے آٹھ سال ڈائریکٹر رہ کر ریٹائر ہوئے ہیں۔ امریکی T.V پر تقریر کرتے ہوئے اسے VAST WASTE LAND "وسیع بے کار و گندی زمین" سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

"میں ۱۹۶۱ء میں پریشان ہوا کرتا تھا کہ میرے بچے امریکی T.V سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور اب ۱۹۹۱ء میں مجھے یہ پریشانی لاحق ہو گئی ہے کہ میرے بچوں کی اولادیں اس T.V سے کتنا نقصان اٹھا رہی ہیں" مینو صاحب نے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے بتایا کہ "امریکہ میں جب بچہ ۱۸ سال کی عمر تک پہنچ جاتا ہے وہ امریکی T.V پر تقریباً ۲۵ ہزار مرتبہ قتل و غارت، زنا بالجبر کے مناظر دیکھ لیتا ہے"۔

یہ تھے مغرب کے معروف دانشوروں کے خیالات اپنے ابلاغ عامہ کے بارے میں۔ مجھے ان مغرب کے دانشوروں کا حوالہ دینے کی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ہمارے معاشرے میں با اختیار مغرب زدہ حضرات نے ان کے اقوال ہمیں اپنے اللہ اور اس کے رسول ؐ کے احکامات سے زیادہ معتبر باور کرائے ہیں۔

مغرب کی اس "وسیع بے کار و گندی زمین" کو ہماری اسلامی حکومت نے ہمارے نوجوانوں پر "بہت کچھ" سیکھنے کے لیے مسلط کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے با اختیار دانشوران اس "وسیع گندگی" کے نوجوانوں پر اثر انداز ہونے کا صحیح تجزیہ نہ کر سکے ہوں مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہمارا ملک جو ترقی پذیر ہے اور کھربوں روپوں کا قرضدار ہے۔ ایک سے زائد T.V. CHANNEL اور وہ بھی درآمد شدہ رکھنے کا کس

طرح متحمل ہو سکتا ہے ۔ ہمارے ملک میں بجلی کی کتنی کمی ہے ، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں - آئے دن کی لوڈ شیڈنگ اس بات کی گواہ ہے ۔ ہماری یہ توانائی ہماری ان صنعتوں کے لیے کتنی اہم ہے جو آئے دن لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ناکارہ ہوئی جا رہی ہیں - ادھر ادھر خود بجا طور پر ہماری حکومت "توانائی بچاؤ"، "بجلی کم خرچ کرو" جیسے اعلانات کرتی رہتی ہے، مگر دوسری طرف ہماری حکومت ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر سالانہ (جنگ اخبار کی خبر) زرمبادلہ سے خریدی ہوئی اس مغرب کی "وسیع گندگی" کو ٹی وی پر دکھا کر عوام کو چوبیس گھنٹے بجلی ضائع کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہے ۔

ایک طرف ہماری حکومت "خود کفالت"، "سادگی اپناؤ" جیسے بڑے بڑے نعرے بلند کر رہی ہے اور دوسری طرف مغرب کی "وسیع گندگی" کے ذریعے آرائش و جدید فیشن سے بھرپور لباس، گھر وغیرہ دکھا کر ہمارے غریب عوام کو نہ صرف احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہی ہے ، بلکہ انہیں ایسی اشیاء خریدنے پر اکسا رہی ہے جو وہ خود انہیں نہیں دے سکتی ۔ اس طرح انہیں پر تعیش غیر ملکی مصنوعات (CONSUMERS) کا صارف بنانے کی کوشش کر رہی ہے اور نفسیاتی طور سے مشرقی اور اسلامی تہذیب اور معیار زندگی سے رفتہ رفتہ اکتاہٹ اور نفرت پیدا کرنے کی شعوری اور غیر شعوری کوشش کر رہی ہے ۔

آخر یہ سب کیوں ؟؟ یہ تضاد کس لیے ؟؟ یہ سب کچھ ہو رہا ہے ؟ کیوں ہو رہا ہے ؟ کس کے اشارے پر کیا جا رہا ہے ؟ میں بحیثیت مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے آپ سے اور اپنی حکومت سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کس طرح سے اپنے بچوں میں اسلامی اقدار پیدا کریں اور جو کچھ ہم والدین اسلامی اقدار اپنی اولادوں میں اپنی ذاتی کاوشوں سے پیدا کرتے ہیں کس طرح انہیں قائم رکھنے کی کوشش کریں جب کہ ہماری اسلامی حکومت ان اسلامی اقدار کو چھیننے کی اور ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے ۔

اب میں آپ کی توجہ اپنے تعلیمی نظام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، چونکہ یہ بھی

اسلامی اقدار کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس نظام کی فرسودگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس سلسلے میں ہماری سابقہ حکومتیں اور موجودہ حکومت کئی کمیشن بٹھا چکی ہے مگر افسوس کہ وہ اب تک لارڈ میکالے کے ۱۸۳۵ء کے فرسودہ تعلیمی نظام میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے، بلکہ اسے نت نئے ٹوپ دے کر مزید مستحکم کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے تعلیمی حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کا مظاہرہ خاص طور سے ہمارے بڑے بڑے شہروں میں کافی ہو رہا ہے۔ حکومت کے زیر سایہ چلنے والے پبلک اور کرسچین سینٹس (SAINTS) کے ناموں سے نام نہاد انگریزی میڈیم پرائیویٹ اسکولوں کی ناکامی کا مشر سامنے ہے۔ اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ کرسچین گرجا گھروں کی نگرانی میں پادریوں اور ننوں کے ذریعے چلنے والے اسکولوں میں ہمارے "مسلمان" والدین اپنے بچوں کو پڑھانے کے لیے نہ صرف بڑی بڑی فیسیں ادا کرتے ہیں بلکہ داخلہ لیتے وقت بھی بڑے بڑے عطیات (DONATIONS) گرجا گھروں اور عیسائیت کے فروغ کے لیے دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

تعلیمی نظام کی ناکامی کو تسلیم کرتے ہوئے ہماری موجودہ حکومت نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ پاکستان میں پرائمری تعلیمی نظام کو ٹھیک کرنے کا ٹھیکہ بھی ورلڈ بینک کے قرض پر نام نہاد "امریکی ماہرین" کو دے دیا گیا ہے یا دیا جا رہا ہے (جنگ اخبار اور ڈان کی خبر)، گویا ہماری حکومت یہ تسلیم کر چکی ہے کہ چوالیس سال میں ہمارے تعلیمی نظام اتنے بھی ماہرین پیدا نہیں کر سکے جو یہ کام خود کر سکتے تھے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ماہرین اس ملک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں پر خود پرائمری اور سیکنڈری تعلیمی نظام مکمل طور سے ناکام ہو چکا ہے۔ میں خود اس کا چشم دید گواہ ہوں۔ میں اپنے امریکی تجربے سے یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح سے لارڈ میکالے کے تعلیمی نظام نے مغرب کے دلدادہ "بابو" اور "کلرک" پیدا کیے تھے، اسی طرح ان ماہرین کا قائم کردہ نظام انہی جیسی شخصیتیں پیدا کرے گا۔ مغربی صنعتوں کی مصنوعات بیچنے والے انگریزی بولنے سیلز مین اور مینجر تو پیدا ہو جائیں گے، مگر ایسے مسلمان متقی ماہرین ہر شعبے کے لیے پیدا

نہیں ہو سکیں گے۔ جن کی ہمارے ملک کو اشد ضرورت ہے۔

تعلیمی نظام کی ناکامی کو تسلیم کرنے کا حکومت کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ حال ہی میں آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کو اپنے تعلیمی نظام اور امتحانات پاکستانی اسکولوں میں برقرار رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ڈان کی خبر اس طرح سے پرائیویٹائزیشن (PRIVATISATION) کے نام سے ہمارے بچوں کے مقدر سے کھیلنے اور تجارت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ جس کے تحت منہ مانگی بڑی بڑی فیسوں کی تو الگ کہانی ہے، سب سے زیادہ تکلیف دہ اور قابلِ افسوس حقیقت اُن کے وہ نصاب ہیں جو درآمد شدہ ہیں اور غیر متعلق ہیں۔ وہ پاکستانی، اسلامی اور مشرقی اقدار کی نہ صرف نفی کرتے ہیں، بلکہ بچوں کو ایسے مواد فراہم کرتے ہیں جو ان کے ذہنی اور اخلاقی نشوونما کے لیے بھی سم قاتل ہیں۔ میں آپ کو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس OXFORD UNIVERSITY PRESS کی تیار کردہ TERRY JENRINGS کی پرائمری اسکول کی کتاب "THE YOUNG SCIENTIST INVESTIGATORS BOOK 2" کے صفحہ نمبر ۲۸ سبق "REPRODUCTION IN BIRDS & MAMMALS" کا حوالہ دے رہا ہوں (اور اس کی کاپی منسلک ہے) جہاں پر "HORSE MATING" "گھوڑوں کو صحبت" کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ کتاب کراچی اور پاکستان کے دیگر بڑے شہروں میں نام نہاد انگریزی میڈیم اسکولوں میں مثلاً بیکن ہاؤس گرامر اسکول وغیرہ میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھائی جا رہی ہے۔ تاکہ مسلمان بچوں کو "سائنس دان" بنایا جا سکے۔ کیا میں آپ سے پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ ہمارے کتنے مسلم اساتذہ ہیں جو کلاسوں میں چھوٹے چھوٹے پرائمری اسکول کے بچوں کو اس تصویر "HORSE MATING" کی وضاحت کر سکیں گے اور کیا طریقۂ تدریس استعمال کریں گے؟؟

آخر میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ خدارا کچھ کیجیے۔ اگر آپ اور ہماری حکومت نے اس مغرب کے گندگی کے طوفان کو نہ روکا، تو جس طرح اس گندگی نے خود مغرب میں معاشرتی ڈھانچے کو تباہ و برباد کیا ہے یہاں پر یہی کچھ ہوگا اور ہونے لگا ہے۔ ہمارے

بزرگوں نے اپنی برسہا برس کی کوششوں سے جن اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے کام کیا ہے وہ سب نیست و نابود ہو جائیں گی اور ہماری آنے والی نسلیں مکمل طور پر مغرب اور اس کی تہذیب کی غلام ہو جائیں گی۔

اس لیے آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ اگر آپ اور ہماری حکومت حقیقی معنوں میں اسلامی اقدار اور اسلامی نظام کا فروغ چاہتے ہیں تو ابلاغ عامہ اور تعلیمی نظام کو یکسر انقلابی طرز پر تبدیل کریں۔ اس سلسلے میں پہلے اور فوری قدم کے طور پر آپ سے پُرزور استدعا کرتا ہوں کہ CNN اور TNT کی نشریات کو بند کیا جائے اور ان کو خریدنے میں جو زرمبادلہ (ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر) خرچ ہو رہا ہے اس کو PTV کے پروگراموں کو بہتر بنانے میں اور مزید تعلیمی اور اخلاقی پروگرام پیش کرنے میں صرف کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے تعلیمی نظام کے "دوہرے معیار" یعنی انگریزی اور اُردو میڈیم کی لعنت کو ختم کیا جائے جس کی وجہ سے ہمارے بچوں میں احساس کمتری اور برتری جو ایک ہی بیماری کے دو نام ہیں، پیدا ہو رہے ہیں اور اسی بیماری کی وجہ سے طبقاتی نظام کو مزید تقویت پہنچ رہی ہے۔

تیسرے کہ یہ ہماری حکومت کی پہلی ترجیح اپنے ہی وسائل پر بھروسہ کرتے ہوئے غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کر کے تعلیم کی اصلاح ہونی چاہیے۔ پرائمری تعلیم خصوصاً ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے بجٹ میں زیادہ سے زیادہ رقم مختص کی جائے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہم پرائمری تعلیم کے لیے بھی "ورلڈ بینک" سے "بھیک" اور "قرض" مانگ رہے ہیں جس کی وجہ سے اس بھیک کے ساتھ اُن کے نام نہاد "ماہرین" بھی ہم پر مسلط ہو جائیں گے۔

چوتھے یہ کہ تعلیمی نظام کی "درآمد" بند کی جائے اس لیے کہ آزاد، باوقار، خوددار اور خود مختار قومیں کبھی تعلیم جیسے اہم نظام کو دوسری تہذیب و تمدن سے درآمد نہیں کرتیں، بلکہ خود اپنے قومی نظریات، تشخص اور مقاصد کے حصول کے لیے اپنے تعلیمی نظام کو تشکیل دینے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔